مغربی تصوّر قوم پرستی اور عرب - ترک تصادم اقبال کی نظر میں

ڈاکٹر ظهور احمد اظهر

عصر حاضر کے جن " ازموں" یا سیاسی نظریات کو شاعر مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے انسانیت دشمن پایا اور بالآخر ٹھکرا دیا ان میں "نیشنلزم" یا قوم پرستی اور وطن پرستی بھی شامل ہے، لفظ اور معنی کے معمولی فرق و اختلاف کے سوا کم سے کم فکر اقبال کی حد تک دونوں میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے کیونکہ مفہوم و مآل اور مقصد و انجام کے اعتبار سے قوم پرستی اور وطن پرستی یکساں ہیں۔

قوم پرستی کی تمام صورتیں اسلامی تعلیمات کی رو سے ناقابل قبول بلکہ مردود ہیں سوائے اس کے کہ قبائلیت و قومیت سے جان پہچان اور باہمی تعارف میں مدد ملتی ہے (۱)۔ اسی طرح وطن پرستی بھی اسلامی نقطہ نظر سے غیر مقبول نظریہ ہے' صرف اس بات کی گنجائش ہے کہ مادر وطن کی پرستش کے بجائے اپنے وطن سے محبت نہ صرف جائز ہے بلکہ ایک مستحسن خوبی ہے چنانچہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول منسوب ہے کہ حب الوطن من الایمان (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے) یعنی اپنے گھر اور وطن سے لگاؤ انسانی فطرت بھی ہے اور زندگی کی ضرورت بھی ' اسی لئے امت مسلمہ کی سرزمین کا دفاع اور تحفظ جہاد اور تقاضائے ایمان ہے(۲) ' تاہم وطن پرستی یا مادر وطن کی بندگی یا پوجا حب وطن کے اسلامی تصور سے خارج ہے' مسلم اور غیر مسلم کے درمیان مشترکہ سرزمین کو علامہ اقبال امت و ملت کی اساس ماننے کے لئے تیار نہیں(۳)۔

دراصل قوم پرستی تنگ نظری' خود غرضی اور حسد کی پیداوار ہے یہی نہیں بلکہ ان رذائل کو جنم دیکر پروان بھی چڑھاتی ہے۔ جس طرح ایک فرد دوسرے فرد کے خلاف نفرت و حسد کے جذبات رکھتا ہے اور نتیجہ کے طور پر اس کے مقابلے میں تنگ نظری اور خود غرضی کی روش اختیار کرتا ہے اس طرح ایک قبیلہ یا قوم بھی بحیثیت مجموعی دوسرے قبیلے یا قوم کے خلاف نفرت و حسد کے باعث تنگ نظری اور خود غرضی کا مظاہرہ کرتی ہے نہ صرف یہ بلکہ قبیلہ پرستی ان مذکورہ رذائل کو جنم دیتی اور پروان بھی چڑھاتی ہے اسی لئے قرآن کریم نے جہاں ایک قوم کے لئے دوسری قوم کو حقیر جانتے ہوئے اس کا تمسخر اڑانے سے منع کیا ہے وہاں قبائل و اقوام کی شکل میں انسانیت کی تقسیم کو فضل و کمال کامعیار بھی تسلیم نہیں کیا' فضل و کمال کا معیار صرف تقوی ہے جس سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملے میں احتیاط سے چلنا اور انہیں پورے طور پر ادا کرنا ہے(۴) اسی کو اسلامی تعلیمات میں معیار فضل و کمال ٹھہرایا گیا ہے۔

یہ درست ہے کہ قوم پرستی عصر حاضر کے تراشیدہ بتوں میں سے ایک بت متصور ہوتا ہے اور بعض مفکرین کے فریب میں آکر مغرب کی مہذب دنیا نے قوم پرستی کو ایک قوت محرکہ اور نظریہ زندگی تسلیم کر لیا ہے مگر قوم پرستی کے اسی بت بیدادگر نے مغربی اقوام میں باہمی نفرت بھی پیدا کر دی ہے چنانچہ ہر قوم دوسری قوم کو اپنے آپ سے کم تر' غیر مستحق اور ناچیز تصور کرتی ہے' تاہم قوم پرستی کا یہ تصور کوئی نئی بات بھی نہیں بلکہ یہ قوم پرستی کا غرور بھی اتنا ہی پرانا ہے جس قدر اس روئے زمین پر انسانیت کی تاریخ پرانی ہے' کسی فرزند آدم نے خود پسندی اور ذاتی برتری کے گھمنڈ میں اپنے دوسرے بھائی کو خود سے کم تر اور عزت کا غیر مستحق تصور کیا ہو گا' پھر اسی خود پسند فرزند آدم کی اولاد نے بھی اپنی چچازاد نسل کو خود سے کم تر تصور کیا ہو گا اور تمام فوائد و منافع کا مستحق بھی خود کو تصور کیا ہو گا' یوں یہ متعدی مرض نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے عصر حاضر تک پہنچا ہے جسے مغرب کے ناخداؤں نے گلے سے لگا لیا ہے!

ظہور اسلام کے وقت قبائل پرستی اور قوم پرستی زوروں پر تھی' چھوٹے قبائل اور اقوام تو رہے ایک طرف اس وقت دنیا کی دو بڑی قومیں رومن اور ایرانی بھی اسی قوم پرستی کے گھمنڈ میں مبتلا اور اسی سبب سے باہم برسر پیکار تھیں' عرب کے عہد جاہلیت سے جو چیزیں ورثہ میں منتقل ہوئیں ان میں آبا و اجداد پر بیجا فخر اور قبیلہ پرستی سرفہرست ہے' عجم کے لوگ عربوں کو جاہل ' گنوار اور حقیر جانتے تھے جبکہ عرب انہیں عجم یعنی اپنے مقابلے میں گونگا تصور کرتے تھے (۵)

اسلام نے قبیلہ پرستی یا قوم پرستی کو انسانیت کی تذلیل قرار دیا اور اس تصور کو یکسر مسترد کر دیا' امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب مستطاب '' اقتضاء الصراط المستقیم'' میں عہد نبوی کا ایک واقعہ لکھا ہے جو دلچسپ بھی ہے اور ہمارے موضوع کے لحاظ سے مفید و برمحل بھی' چونکہ اسلام کا رشتہ ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جو گوشت پوست' خون اور نسل کے رشتے کو خاطر میں نہیں لاتا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی عہد کے دوران میں دار ارقم میں اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرامؓ کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا جسے ''مواخات'' (بھائی چارہ) کہا گیا ہے' اس کے نتیجے میں حبشہ کا بلالؓ روم کا صہیبؓ اور فارس کا سلمانؓ قریش مکہ اور انصار مدینہ کے سرداروں کے بھائی اور ہم پلہ قرار پائے تھے اسی لئے وہ سب کے سب بھائی بھائی بن کر رہتے تھے' ایک دن یہ حلقہ یاراں گرم تھا' ایک نو مسلم بدو کا پاس سے گذر ہوا تو کہنے لگا: یہ قریش مکہ اور یثرب کے اوس و خزرج کے لوگ رسول عربیؐ پر ایمان لائے اور ایک قرار پائے' یہ تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ حبشہ' فارس اور روم والے یہاں کیا لینے آئے ہیں!؟

اس حلقے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' جب اس نومسلم بدو کی یہ ہرزہ سرائے سنی تو اسے گریبان سے پکڑ کر حضور اکرمؐ کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! یہ قیس بن مطاطہ ایک نو مسلم بدو ہے جو نیا نیا اسلام لایا ہے لیکن اس کے دل سے ابھی تک جاہلیت کی رعونت نہیں گئی' یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اس قدر کہ آپ کو اس طرح غصہ میں

کبھی نہیں دیکھا گیا تھا' آپ ؐ نے مسجد نبوی میں جمع ہونے کا اعلان فرمایا اور بعد از نماز مسجد نبوی کے منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یوں ہے(٦):

" لوگو! تم سب کا پروردگار صرف ایک ذات ہے' تم سب کا باپ بھی ایک ہی ہے ' تم سب کے سب ایک آدم کی اولاد ہو جو خاک سے پیدا کئے گئے' کسی گورے کو کسی کالے پر' کسی کالے کو کسی گورے پر' کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ' ہاں مگر تقوی ہی معیار فضیلت ہے' عربی زبان تم میں سے کسی کی ماں ہے نہ باپ ' وہ تو بس ایک زبان ہے' سو جس نے اس عربی زبان میں گفتگو کی تو وہ بھی عربی ہے اور جو مسلمان والدین کے گھر میں پیدا ہوا تو وہ بھی عربی ہے!"

یہ ارشاد نبوی واضح طور پر قوم پرستی کی نفی کرتا ہے اور نسل یا زبان کی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم یا اس پر فخر کرنے سے منع کرتا ہے' ماہرین لسانیات نے تو بڑی دیر کے بعد آج آکر دنیا کو یہ بتایا کہ دنیا کی کوئی سی زبان سیکھ کر اس میں کمال پیدا کیا جا سکتا ہے اور غیر زبان کا آدمی بھی اہل زبان پر ان کی زبان دانی میں فوقیت حاصل کر سکتا ہے مگر یہ ارشاد نبوی آج سے سوا چودہ سو سال قبل یہ واضح کر چکا تھا کہ کوئی بھی غیر عرب عربی زبان میں کمال پیدا کر کے عرب بن سکتا ہے ' اس ارشاد نبوی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عرب بننے کے لئے قبول اسلام کافی تھا کیونکہ اہل اسلام کی زبان صرف قرآن کریم کی زبان ہے! پھر یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ جو باتیں اس خطاب نبوی میں مذکور ہیں تقریباً یہ تمام باتیں اس خطبہ حجۃ الوداع میں بھی ارشاد فرمائی گئیں جو آپ نے میدان عرفات میں ایک لاکھ سے زائد فرزندان اسلام کو خطاب کرتے ہوئے دیا تھا اور جسے بجا طور پر انسانیت کے بنیادی حقوق کا چارٹر کہا گیا ہے(٧)۔

دین اسلام در اصل انسانیت کو ہر قسم کے ظاہری و باطنی عوارض و عوائق سے نجات دلانے کی ایسی عالمی تحریک ہے جو توحید ربانی ' وحدت نسل انسانی اور اخوت و مساوات کی علم بردار ہے(٨) اسی لئے شرک و بت پرستی' قومیت و نسل پرستی اور طبقاتی تفریق و امتیاز پر ایمان رکھنے والوں کی اسلام دشمنی قابل فہم اور قدرتی بات ہے' جس طرح ایک مشرک و بت پرست ایک خدا کو نہیں مانتا اسی طرح یہودی بھی اپنے آپ کو

خدا کے ' بزعم خویش' لاڈلے اور محبوب کہتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک دوسرے انسان کسی اور خدا کے تو محبوب اور لاڈلے ہو سکتے ہیں مگر ان یہودیوں کے خدا کا ان سے کوئی تعلق نہیں' جس طرح نسل پرست اور قومیت کے پجاری نہ وحدت نسل انسانی کو مان سکتے ہیں اور نہ احترام آدمیت کے قائل ہیں اور طبقاتی تفریق کے مخمصے میں گرفتار ہو کر انسانی مساوات کو نہیں مانتے' اسی طرح نسلی برتری کے گھمنڈ میں مبتلا اور خود کو اللہ تعالی کے لاڈلے فرزند تصور کرنے والے یہودی بھی مساوات اور احترام آدمیت کو ماننے کے لئے تیار نہیں' اس لئے یہ قدرتی بات ہے کہ توحید باری تعالی' وحدت نسل انسانی مساوات اور احترام آدمیت کے علمبردار دین حق کی مخالفت بھی ان دونوں گروہوں نے سب سے زیادہ کی اور آج تک کر رہے ہیں' مشرکین مکہ اور خیبر و یثرب کے یہودی تحریک اسلامی کے اولین دشمن بن گئے تھے اور آج تک بنے ہوئے ہیں(۹)۔

یہود کی نسل پرستی اور مشرکین کی آدمیت دشمنی کی یہی روش ہے جو بارہا توحید وحدت نسل انسانی اور مساوات کے علمبردار دین پر حملہ آور ہوتی رہی ہے' عہد نبوی میں برپا ہونے والے حق و باطل کے معرکوں کے کردار بھی دو ہی تھے یعنی مکہ کے مشرک اور جزیرۂ عرب میں آباد یہودی' ان تمام معرکوں میں مشرکین مکہ اور یہودیوں کے درمیان باہمی تعاون کبھی کھلا ہوتا تھا اور کبھی خفیہ' آج بھی اسلام کے خلاف یہ ناپاک تعاون خفیہ و علانیہ دونوں طرح جاری ہے۔ قرآن کریم نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ توحید باری تعالی وحدت انسانیت و مساوات پر ایمان رکھنے والوں کے شدید ترین دشمن یا تو یہودی ہونگے اور یا وہ لوگ جو مشرک و بت پرست ہونگے! (۱۰)

اس بات کے واضح شواہد موجود ہیں کہ یثرب و خیبر سے نکالے جانے والے یہودیوں نے رومن اور ایرانی سلطنتوں کے زیر سایہ پناہ حاصل کی' قرون اولی میں جنگ موتہ' غزوہ تبوک اور قادسیہ کے معرکے مسلمان مؤرخین کی نظر میں تو حق و باطل کے معرکے تھے اور یقیناً تھے تو ایسے ہی مگر رومنوں اور ایرانیوں کی نظر میں یہ معرکے دراصل دین توحید و مساوات اور نسل پرستی کا تصادم تھا' یہودیوں کے من گھڑت قصے

سن کر رومی اور ایرانی یہ برداشت نہ کر سکے کہ ماضی کے خانہ بدوش اور تہذیب و تمدن سے بیگانہ عرب بھی متمدن زندگی اور منظم حکمرانی کا حق رکھتے ہیں' صلیبی جنگیں اور استعماری یلغار بھی اسلام کے خلاف قوم پرستی کے مسلسل حملے ہیں جو آج تک جاری ہیں۔

صلیبی جنگوں اور استعماری یلغار نے صلیبی مغرب کو صہیونیت کا حلیف بنا دیا ہے لیکن صہیونیت اور صلیب کے علمبرداروں نے یہ اچھی طرح جان لیا ہے کہ قوم پرستی کی مضبوط سے مضبوط طاقت بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی' اس لئے ملت اسلام پر مذہبی فرقہ بندی اور قوم پرستی کے نسخے آزما کر ہی اسلام کی قوت کو توڑا جا سکتا ہے' اس لئے جہاں یہ حقیقت مسلم ہے کہ اسلام میں تفرقہ بازی کی منظم کوشش کے اولین علمبردار یہودی ہی تھے جو سبائیت کے پردے میں وحدت اسلام کو پارہ پارہ کر گئے' تاہم مسلمانوں میں بنیادی اور اصولی اختلاف اور رخنہ اندازی میں وہ کامیاب نہ ہو سکے' آج بھی اسلام کے تمام قابل ذکر فرقے اور گروہ فروعی اختلاف تو رکھتے ہیں مگر دین کی اساسیات میں کوئی اختلاف نہیں' اخوت اسلامی اور احترام باہمی کو یاد کر کے ملت اسلامیہ کے یہ فرزند اپنے فروعی اختلافات پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کے لئے تیار بھی ہو جاتے ہیں اس لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ اسلام کے شیدائیوں کو قوم پرستی کے نشے میں مبتلا کر کے شل کر دیا جائے' چنانچہ ہر خطے کے مسلمانوں کے دماغ میں قوم پرستی کے جراثیم داخل کئے گئے' اب تک اسلامی دنیا میں قوم پرستی کی تحریکوں سے ہی امت اسلامیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے' ایک طرف ترک ایرانی ایک دوسرے کے مدمقابل آئے اور یورپ پر یلغار کرتے ہوئے عثمانی ترکوں کو ایرانی ترکوں یا صفوی ایرانیوں کے ہاتھوں نقصان پہنچایا گیا دوسری طرف عرب - ترک تصادم کے لئے راہیں ہموار کی گئیں' یہ ایک حقیقت ہے کہ ملت اسلامیہ کو جتنا نقصان قوم پرستی نے پہنچایا اتنا فرقہ پرستی سے نہیں پہنچا' فرقہ پرستی کے اختلاف کا تعلق چونکہ روحانی پہلو سے ہے اس لئے اسلامی روحانی رشتوں کے مضبوط نظام کے باعث اس رخنہ اندازی سے کم نقصان ہوا ہے۔

لیکن قوم پرستی کی تحریکوں کا تعلق مادی مفادات اور دنیاوی معاملات سے ہے اس لئے قوم پرستی کی ان تحریکوں سے امت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے' ترک - ایرانی منافرت تو اب پس منظر میں چلی گئی ہے مگر ترک - عرب عداوت کے جراثیم آج تک نہیں مارے جا سکے' اور عالم اسلام کے اتحاد میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں! یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ اس قوم پرستی نے ترکوں کو عربوں سے اور عربوں کو ترکوں سے بیگانہ تو کر دیا ہے مگر اس تحریک سے دونوں قوموں کو شدید نقصان بھی پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے' ترکی اور مصر کے علاوہ شام و عراق اور تیونس وغیرہ میں قوم پرستوں نے مسلمانوں کو نہ صرف ناقابل تلافی نقصانات پہنچائے ہیں بلکہ رونگٹے کھڑے کر دینے والے مظالم کا ارتکاب بھی کیا ہے' یہ مظالم جتنے ہولناک تھے اس سے کہیں زیادہ شرمناک تھے۔ (۱۱)

علامہ محمد اقبال نے جس طرح یورپی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھا بھالا' پرکھا اور سمجھا پھر اس پر تنقید کے نشتر برسائے (۱۲) اسی طرح وطن پرستی اور قوم پرستی کا بھی بڑا گہرا مطالعہ کیا اور اسے سمجھا تھا بعد میں اس نقطہ نظر کو اسلام کے نظریہ توحید' وحدت انسانیت' مساوات اور اخوت کے خلاف پایا اور مسترد کر دیا' قیام یورپ کے دوران میں اقبال نے یہ محسوس کیا کہ تہذیب مغرب کے خداوندوں نے روئے زمین پر فساد پھیلانے کے لئے جو نئے نئے نظریات ایجاد کئے ہیں ان میں وطن پرستی کا بت سب سے خطرناک ہے' اقبال کو رنج اس بات کا ہے کہ مسلمانوں نے بھی قوم پرستی اور وطن پرستی کے اس بت کو چوم کر گلے لگا لیا ہے اور بیت اللہ کے مرکز اسلام کے بجائے ایک نیا حرم تعمیر کر لیا ہے قومیت و وطنیت کا یہ بت ستم گر جسے تہذیب حاضر کے آزروں نے تراشا ہے' دین اسلام کی ضد ہے' اس بت کے بنانے والے عالم اسلام میں غارت گری اور فساد مچانے کے علمبردار ہیں' یہ اسلام کے نظریۂ توحید وحدت نسل انسانی' احترام آدمیت اور اخوت و مساوات سے بغاوت کے مترادف ہے۔

مغربی تصور قومیت در اصل عیسائی یورپ کی ضرورت بھی تھی اور مجبوری بھی'

عیسائی یورپ اپنی صلیب کو قلعہ اسلام کے خلاف آزما چکا تھا مگر وہ اس میں رخنہ ڈالنے میں ناکام رہا تھا' خنجر و ہلال کا جواب صلیب نہ بن سکی اس لئے عالم اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی محبت نکال کر وہاں قوم پرستی کے بت نصب کر دیئے جائیں اس لئے قوم پرستی عیسائی یورپ کی ضرورت بن گئی' مجبوری یوں تھی کہ عیسائی یورپ نے عقیدۂ تثلیث تین میں ایک اور ایک میں تین کے گورکھ دھندے سے نجات پانے کے لئے نسل اور خون کے رشتوں کو مضبوط کیا' گویا عیسائی یورپ نے اپنے عقیدۂ بنیاد پرستی کو دفن کرنے کے لئے قوم پرستی کا گورستان بنایا' اقبال کے قول سے یہی اندازہ ہوتا ہے(۱۳)۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے　　　جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے!

چنانچہ عیسائی یورپ نے یہی نسخہ اسلامی دنیا پر بھی آزمایا اور اس میں اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی' ایک طرف عرب و عجم کی رقابت و منافرت کا سلسلہ از سر نو زندہ کیا گیا' دوسری جانب ترک و عرب تصادم کا بازار گرم ہوا' صفوی سب ترک تھے جو ایرانی رعایا پر حکومت کرتے تھے' عثمانی ترکوں نے فتح یورپ کے لئے یلغار شروع کر رکھی تھی چونکہ عثمانی ترک سنی تھے اس لئے ان کے خلاف فرقہ پرستی کا نسخہ استعمال کرتے ہوئے ایرانی ترکوں یعنی صفوی شیعہ کے ذریعہ عثمانی ترکوں کے پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا گیا اور یورپ پر عثمانیوں کی یلغار کو سبوتاج کیا گیا' تاہم قوم پرستی کا تصور ایک ایسا خوشنما نعرہ تھا جو آسانی سے قبول کیا جا سکتا تھا اس لئے یہ فرقہ پرستی کے نسخے سے بھی زیادہ پرکشش ' مگر زیادہ ضرر رساں تھا اس لئے اقبال نے قومیت و وطن پرستی کے بت کو خطرناک تصور کرتے ہوئے اسے پاش پاش کر دینے کی دعوت دی (۱۴)۔

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے　　　غارت گر کا شانہ دین نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے　　　اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے　　　اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

قیام یورپ کا عرصہ جہاں اقبال کے علمی و تحقیقی درجات بلند ہونے کا زمانہ ہے وہاں اس عرصہ میں وہ سفید یورپی انسان کی اصلیت سے بھی آگاہ ہوئے اور ان

کے انداز فکر میں بھی انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں (۱۵)' تاہم شاعر مشرق کو جو اعلیٰ گوہر مقصود میسر آیا وہ یورپی تہذیب اور اسلامی تہذیب کا تقابلی مطالعہ ہے ، اس مطالعہ سے اقبال پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ یورپی تہذیب ناپائیدار اور سریع الزوال ہے اور اس کا سبب مادہ پرستی اور خودغرضی ہے اس کے برعکس اسلامی تہذیب ' جسے اقبال تہذیب حجازی کے لقب سے پکارتے ہیں کا خاصہ خدا ترسی اور انسان دوستی ہے اور یہی اس کے دوام و جاودانی کا حقیقی راز ہے' شاعر کے نزدیک تہذیب مغرب نے اپنا دیا بھی اسی شمع تاباں سے لیا تھا (۱۶)۔

یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لئے سامان ناز لالہ صحراء جسے کہتے ہیں تہذیب حجاز

اسلامی اندلس نے یورپ پر بڑے احسانات کئے ہیں مگر محسن کشوں نے اس شمع کو ہی گل کر دیا جو آٹھ سو سال تک ظلمت کدہ یورپ کو فروزاں کرتی رہی تھی (۱۷)

ہے زمینِ قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثل شمع طور

بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشاں کر گئی اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی!

قبر اس کی یہ سر زمین پاک ہے جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے

اس کے برعکس تہذیب مغرب کو اقبال تہی دامن' محروم انسیت اور ایک دام فریب سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں دیتے اور اہل مغرب کو زوردار انداز میں تنبیہہ کرتے ہوئے کہتے ہیں(۱۸):

دیار مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے

کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرکم عیار ہو گا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخِ نازک میں آشیاں بنے گا ناپائیدار ہو گا!

مغرب کی جس چیز نے اقبال کو سب سے زیادہ متنفر و پریشان کیا وہ مغربی تصور قومیت ہے یورپ کے پاس چونکہ اتحاد کے لئے اور کوئی پرکشش مرکز اور نقطہ وحدت نہیں ہے اس لئے اسے یہ بت تراشنا پڑا ہے ' یوں یہ مادہ پرست دنیا تنگ نظر و تاریک ذہن قوم پرستی میں مبتلا ہو چکی ہے (۱۹):

تہی وحدت سے اندیشۂ غرب کہ تہذیب فرنگی بے حرم ہے!

بلاد عرب کی طرح برطانوی ہندوستان کے بعض مسلمان بھی قوم پرستی کے بت تراشنے اور انہیں پوجنے میں دلچسپی لینے لگے تھے اقبال کے لئے مغرب کی یہ اندھی تقلید بے حد المناک اور ناقابل برداشت تھی' وہ چونکہ خود مصطفوی اور عاشق رسول تھے اور امتِ اسلام کو بھی اس رنگ میں رنگنا چاہتے تھے اس لیے کبھی مناجات کے انداز میں اور کبھی شاعرانہ تخیل کے اسلوب میں مسلمانوں کو قوم پرستی کی دلدل سے نکالنے کے آرزومند رہے - مسلمان کے لئے اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہو گی کہ وہ دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہو جائے۔ چنانچہ وہ امت اسلام کو گمراہ کرنے والے قوم پرست لیڈروں کو مرشدانِ خودبیں قرار دیتے ہیں اور ان سے دور رہنے اور بچنے کی تلقین کرتے ہیں (۲۰):

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبیؐ پر رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائرینِ حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں
غضب ہیں یہ مرشدانِ خودبیں' خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں!

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی عالم اسلام کے زوال و انحطاط اور مغربی استعمار کے عروج و ترقی کا زمانہ ہے' یہودی خبر رسانوں ' صلیبی جنگوں اور استشراق کی سازشوں نے مغرب کے سفید انسان کو ملت اسلامیہ کی کمزوریوں اور قوت کے سرچشموں سے مانوس و آگاہ کر دیا تھا اس لئے کمزوریوں سے فائدہ اٹھانا اور طاقت کے سرچشموں پر ضرب لگانا سامراجیوں کے لئے آسان ہو گیا تھا' امت مصطفوی کی دائمی طاقت وہ جذبہ اخوت ہے جو مواخات مکہ و مدینہ کے بعد ایک ایسا شجرہ طیبہ بن چکا ہے جس کی جڑیں تحت الثریٰ میں اور شاخیں آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں' اسی طرح خلافت کا مرکزی نقطہ بھی امت کے اتحاد کی علامت تھا' قوت کے یہ دونوں سرچشمے صرف ایک

ہتھیار سے مٹائے جا سکتے تھے اور وہ ہتھیار تھا قومیت اور وطن پرستی کا بت' روحانیت و صداقت سے محرومی کے بعد مادہ پرستی کی لذت سے آشنا مسلمانوں کے لئے قومیت اور وطن پرستی بہت پرکشش نعرہ تھا اسی لئے امت مسلمہ کی داخلی و اندرونی کمزوریوں کے راستے ضرب لگانے اور بالآخر قوت کے ان عظیم سرچشموں کو خشک کرنا سامراجیوں کے لئے آسان ہو گیا۔

اخوت اسلامی کا لازوال رشتہ جو ایک کلمہ گو کو دوسرے کلمہ گو کا بھائی بلکہ فدائی بنا دیتا ہے مشرق و مغرب کے مفکرین کے لئے ایک معروضی سبق ہے' یہ مقدس رشتہ جہاں مادی رشتوں سے برتر و بے نیاز ہے وہاں یہ ان تمام پر بھاری بھی ہے' مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک روئے زمین پر جہاں کہیں کوئی کلمہ گو ہے وہ ملت کے مقدر کا ستارا ہے' رنگ' نسل اور زبان کے تمام فاصلے اس رشتے کے سامنے مٹ جاتے ہیں' جب تک یہ رشتہ باقی و دائمی ہے اس وقت تک مسلمان کو مسلمان سے بیگانہ نہیں بنایا جا سکتا' اس لئے اس پاکیزہ رشتے کو بھی قومیت کے مادی رشتے سے وقتی طور پر ہی سہی نقصان پہنچایا گیا یوں رشتہ اخوت اسلامی پر ضرب کاری لگانے کے لئے بھی بکھرے ہوئے مسلمانوں پر نسخہ قوم پرستی آزمایا گیا اور ساتھ ہی مردے کو مارنے کے لئے ترکی کے مرد بیمار کے مختلف حصوں پر استعماری حملے بھی تیز کر دیئے گئے۔

چنانچہ اقبال جب یورپ سے واپس آئے تو ایک طرف تو خدا کی بستی کو دکاں سمجھنے والے مغربی تہذیب کے ایلچی درندے عالم اسلام کو حرص و آز کے خوفناک دانتوں سے پوری قوت اور سرعت رفتار سے نوچتے چلے آ رہے تھے' دوسری طرف قوم پرست مسلمان لیڈر مقدس و جاوداں رشتہ اخوت اسلامی کو فراموش کر کے پس پشت ڈال چکے تھے' اس کے ساتھ عرب و عجم اور ترک و عرب مغربی تصور قومیت کے نشے میں چور باہم دست و گریباں تھے اس ضمن میں ترک - عرب تصادم تو شدت و ہولناکی کے بام عروج پر تھا اور جہالت و نادانی میں اپنے بھائی پر ظلم و بربریت کے پہاڑ گرا رہا تھا' ترک نوجوانوں کے ذہنوں میں یہودی اثرات کا زہر پورے طور پر سرایت کر چکا تھا' ادھر

لارنیس آف عربیا کی شیطانی سازشوں کا جال عربوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا (۲۱)، یوں لگتا تھا کہ اپنوں اور غیروں کا برپا کردہ ایک ہنگامۂ قیامت ہے جس میں نقشۂ عالم اسلام کو تار تار کیا جا رہا ہے، ایسے میں تہذیب حجازی کی برتری اور اسلام کے دوبارہ غلبہ و تفوق کے نعرۂ مستانہ سے اسلامی ذہنوں میں صور اسرافیل پھونکنے والا اقبال بلاد اسلامیہ کے گیت گانے لگا تھا اور اسلامی دنیا کے دوبارہ اتحاد کا نقشہ تیار کر رہا تھا بانگ درا کے تیسرے حصے کی نظم ''بلاد اسلامیہ'' اسی سوچ کا عملی اظہار و پیغام تھا (۲۲)۔

''ترانۂ ملی'' بھی اقبال کے اسی جذباتی تموج کے عہد تغیر سے تعلق رکھتا ہے جو دراصل اقبال کی ایک پرانی نظم ''ترانہ ہندی'' کا نعم البدل اور جواب قرار دیا جا سکتا ہے، ترانہ ملی تصور قومیت اور وطن پرستی کے متعلق اقبال کے تصحیح شدہ واضح موقف کا بھی آئینہ دار ہے(۲۳)، قومیت اور وطن پرستی کے مغربی تصور سے بیزاری اور اسے کلی طور پر مسترد کر دینے کے باوجود بھی اقبال سرزمین ہندوستان کی محبت سے سرشار رہے، شاید عام مسلمان زعماء کی طرح اقبال کے ذہن میں بھی دہلی کی شاہی مسجد اور لال قلعہ دلی میں مغلوں کی عملداری کا نقشہ ابھی اسی طرح قائم تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ انگریزوں کے جانے کے بعد پھر سے بہادر شاہی عہد لوٹ آئے گا، دہلی کے گلی کوچوں میں ہندو اکثریت کی مستیاں اور درودیوار پر اردو رسم الخط کے بجائے ہندی کے اکھر کسی مسلمان قوم پرست لیڈر کو نظر نہ آ سکے تھے ورنہ بی جے پی کی حکمرانی کا موجودہ نقشہ سامنے ہوتا تو کوئی مسلمان بھی ھندی قوم پرستی اور اکھنڈ بھارت کا دم نہ بھرتا!

بہرحال ترانہ ملی میں بھی ترانہ ہندی کی طرح بات کا آغاز ''ہندوستاں ہمارا'' سے ہوتا ہے تاہم بنیادی فکر اور انداز بیان یکسر بدل گیا ہے، ترانہ ہندی میں ہندوستان کو ایک گلستاں تصور کیا گیا ہے جہاں تمام ہندوستانی بلاقید مذہب و عقیدہ خوشی و مسرت میں چہچہاتی بلبلیں ہیں اور اقبال ہندومت کے اسلام کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کی امید لگائے بیٹھے ہیں (۲۴):

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

تقریباً یہی نقشہ ہندوستانی بچوں کے قومی گیت میں بھی پیش کیا گیا ہے، مگر ترانہ ملی میں

شاعر کی دنیا ہی بدل چکی ہے' سوچ کا انداز اور اسلوب بیان وطن پرست سے بدل کر آفاق کو آغوش میں لینے والے مرد مومن کا رنگ روپ اختیار کر گیا ہے' شاعر کے نزدیک اب "ہندوستاں ہمارا" کے تنگ تنگ انداز کے بجائے "چین و عرب کیا سارا جہاں ہمارا" ہو گیا ہے اور بیت اللہ شریف اہل ایمان کا مرکزی نقطہ اتحاد قرار پا گیا ہے(۲۵):

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

ہندو کانگرس کے سحر فریب کاری اور منافقانہ روش نے بعض مسلمان زعماء کی آنکھوں پر تو پٹی باندھ دی تھی مگر دوسری طرف مذہبی جھگڑوں کو ہوا دیکر امت مسلمہ کو فرقہ بندی کے تیروں سے بھی چھلنی کر دیا گیا تھا' اخوت و مساوات کے اسلامی سبق کو بھلا کر قومیت اور فرقہ بندی کے اسیر ہندی مسلمانوں کی حالت زار پر اقبال کو بہت ترس آیا اور تاسف کے انداز میں فرمایا (۲۶):

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر اپنی آزادی بھی دیکھ ان کی گرفتاری بھی دیکھ
دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیحِ شیخ بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ
کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

اقبال نے صورت احوال کا تجزیہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ ایک طرف تو عثمانی ترکوں سمیت وہ صاحبِ اوصاف قیادت مفقود ہے جو افراد قوم کے لئے تسکین و اطمینان قلب کا سرچشمہ بھی ہوتی ہے اور رہنمائی کا حوصلہ افزا روش مینار بھی' لیکن بدقسمتی سے اس برے وقت میں مسلمان اپنی اہل قیادت سے محروم تھے' دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی قیادت کا بحران تھا (۲۷)۔

کوئی کارواں سے ٹوٹا' کوئی بدگماں حرم سے کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دلنوازی!

عرب و عجم ہر جگہ قیادت مفقود تھی (۲۸)۔

وادیٔ نجد میں وہ شور سلاسل نہ رہا قیس دیوانہ' نظارۂ محمل نہ رہا

عہد سلف اور عصر زریں کی قیادتیں ایک ایک کر کے رخصت ہو چکی ہیں اور اب تو مسلمان دنیا میں تمسخر بن کر رہ گئے ہیں (۲۹):

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے　　ہے خوشی ان کو کہ کعبہ کے نگہبان گئے
منزل دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے　　اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے!

ترکانِ عثمانی چار صدیوں تک عالم اسلام کا دفاع کرتے ہوئے سفید صلیبی سامراجیوں کے لئے سدسکندری بنے رہے اور یورپ سے اٹھنے والے ہر طوفان کے سامنے سینہ سپر ہو کر اس کا رخ موڑتے رہے' یہی نہیں بلکہ عثمانی ترکوں کی یلغار نے عیسائی یورپ کو لرزہ براندام کئے رکھا' چنانچہ امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے تمام وسائل آزمانے کے علاوہ ترکی خلافت سے براہ راست بھی متصادم رہے' خلافت عثمانیہ پر ضرب کاری لگانے اور مرکز امت کو نابود کر کے قبائے وحدت اسلامی کو تار تار کرنے کے لئے مغربی سامراجیوں نے جو ہتھیار استعمال کئے ان میں وطنیت اور قوم پرستی کا بت سب سے زیادہ خطرناک اور مؤثر ترین ہتھیار ثابت ہوا' مسلم اقوام میں قوم پرستی اور وطنیت کی اٹھنے والی تمام تحریکات میں ایرانی قوم پرستی بمقابلہ ترک قوم پرستی اور ترک قومیت بمقابلہ عرب قومیت یعنی القومیۃ العربیۃ نے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا' اس سے عالم اسلام کی وحدت تو پارہ پارہ ہو ہی گئی تھی لیکن نفرت و عداوت کے ایسے بیج بھی بو دئے گئے جن کے تلخ ثمرات آج تک اہل اسلام کو گوارا کرنا پڑ رہے ہیں' قوم پرستی کی ان تحریکوں کے طوفانِ بلاخیز کو نہ تو روکا جا سکا اور نہ ان کے آثار بد کو نابود کیا جا سکا۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا اسلام میں معیار فضیلت تو خلق خدا کی بھلائی اور اللہ رب العزت کی بندگی ہے' دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح صحیح ادائیگی اصل معیار فضل و کمال ہے جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں "تقویٰ" کے جامع لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے' اس کے علاوہ حسب و نسب کے دعوے اور رنگ و نسل کے امتیازات مسترد ہیں (۳۰)' حضرت علامہ کا پیغام بھی ترک و عرب کے نام یہی ہے(۳۱):

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا　　ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی　　اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاکِ رہ گزر!

دارِ ارقم مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی مدینہ منورہ میں مواخات کے جو رشتے قائم

ہوئے اور ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ایک غیر متزلزل سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند اسلامی برادری تیار فرمائی وہ نہ صرف ایک طویل عرصہ تک قائم رہی بلکہ اس کے اثرات کو زمانوں کے طوفان بھی نہیں ہلا سکے مگر عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے بعد معیار فضیلت تقویٰ نہ رہا بلکہ رنگ و خوں اور حسب و نسب ہو گیا' خلافت ملوکیت میں بدل گئی' اب اسلامی فتوحات کا مقصد فقط مال غنیمت جمع کرنے کا ذریعہ بن کر رہ گیا' حکمرانی صرف مالیہ وخراج سے عبارت ٹھیری' اموی عہد میں' حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس تصور کو زائل کرنے اور اسلام کے معیار فضیلت کو ازسر نو بحال کرنے کی سعی مشکور فرمائی چنانچہ جو لوگ خراج اور باجگزاری کو اسلامی حکمرانی کا مقصود اصلی سمجھ بیٹھے تھے انہیں سخت سرزنش فرمائی اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا مالیہ وصول کرنے کے لئے نہیں! (۲۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد پھر پہلی صورت لوٹ آئی اور وہی دور جاہلیت عود کر آیا جو بنو امیہ کے دور میں پھر سے زندہ ہو گیا تھا' بنو عباس' اندلس کے اموی خلفاء فاطمیان مصر اور پھر خلفائے بنی عثمان کے تمام زمانوں میں ملوکیت کا نام خلافت رہ گیا چنانچہ ترکان عثمانی کے عہد خلافت میں ترک خود کو شاہی حکمران گروہ تصور کرتے رہے باقی ماتحت مسلم اقوام بشمول عرب کسی کو اقتدار و اکرام میں برابر کا حصہ نہ مل سکا' رد عمل کے طور پر احساس محرومی پیدا ہوا جو عربوں میں مغربی سامراجیوں کی ریشہ دوانیوں کے باعث بڑی شدت اختیار کر گیا' اس ردِ عمل میں شام اور لبنان کے عیسائی پیش پیش تھے۔ عرب قوم پرستی کا ظہور اسی رد عمل کا نتیجہ تھا۔ عرب قوم پرستی کا جواب ترک قوم پرستی کی شکل میں سامنے آیا' کمال اتاترک اور جمال عبدالناصر جیسے قوم پرستوں نے اپنی اپنی جگہ خدا پرستی اور انسان دوستی کی جگہ قوم پرستی کو دے دی یوں عرب قوم پرستی اور ترک قوم پرستی امت کا ایک ایسا روگ بن گیا جو اسے گھن کی طرح کھا گیا' ترکوں میں اسرائیل نوازی اور عربوں میں ترکوں سے نفرت کے مظاہرے اس وبائے متعدی کا تسلسل ہے کمالی ترکی اور ناصر کی عرب قومیت کا تصادم اور باہمی بغض و منافرت کسی سے پوشیدہ نہیں (۳۳)۔

جنگ عظیم اول میں عثمانی ترک جرمنوں کے حلیف تھے جنہیں شکستِ فاش ہوئی اور مغرب کے صلیبی سامراجی جیت گئے' اسی اثناء میں جزیرۂ عرب کے علاوہ شام و عراق اور فلسطین برطانوی جاسوس لارینس آف عربیا کی آماجگاہ تھے' حسین شریف مکہ کو یہ جھانسا دیا گیا کہ تمہیں "عربوں کا شہنشاہ" بنایا جائے گا اور وہ تمہیں "مُنقِذِ اعظم" (سب سے بڑا نجات دہندہ) تسلیم کر لیں گے' حسین مکہ کا معمولی گورنر تھا جو حجاج بیت اللہ کو بھی امن و تحفظ مہیا کرنے میں ناکام رہا تھا' لیکن بنی ہاشم سے تعلق کے باعث خود کو سادات و آل رسولؐ منواتا تھا مگر خلافت یا شہنشاہیت اس کے بس کی بات نہ تھی (۳۴) مگر وہ انگریز کے جھانسے میں آ گیا ،آل عثمان سے غداری پر آمادہ ہو گیا اور انگریز سامراجیوں سے برسر پیکار ترکان عثمانی کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا اقبال اس پر بہت ناراض اور غمگین ہوئے اور فرمایا (۵۳):

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ ۔۔۔۔ خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

اسلام کی تاریخ میں شرمناک ترین واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو عثمانی ترک فرائض منصبی انجام دے رہے تھے وہ سب کے سب اپنے اہل و عیال سمیت غیر مسلح ہو کر بیت اللہ شریف میں پناہ گزین ہوئے مگر شریف مکہ شاہ حسین کے حکم سے ان سب بیگناہوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا' یہ ایک ایسا سنگین و شرمناک المیہ تھا کہ پورا عالم اسلام اس سفاکانہ سنگدلی پر تڑپ اٹھا' حکیم الامت شاعر اسلام محمد اقبال بھی اسلامی دنیا کے اس غم میں برابر کے شریک تھے' شریف مکہ کو پیر حرم کے روپ میں پیش کرتے ہوئے اس جانکاہ المیہ کو حرم کی رسوائی کا سبب قرار دیا اور بیت اللہ میں شہید ہونے والے ان جوانان تتاری کو زندہ جاوید اور مثل آفتاب ڈوبنے اور طلوع ہونے والے اہلِ ایمان کے عنوان سے یاد کرتے ہوئے فرمایا(۳۶):

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے ۔۔۔۔ جوانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے
زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے ۔۔۔۔ یہ خاکی زندہ تر' پائندہ تر' تابندہ تر نکلے
جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں ۔۔۔۔ ادھر ڈوبے اُدھر نکلے' اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے!

سادات بنی ھاشم سے نسبت کا دعویٰ کرنے والے اور خلیفۃ المسلمین بننے کا

خواب دیکھنے والے حسین شریف مکہ کی عملداری میں ان ترکان عثمانی نے جو بیت اللہ میں پناہ گزین ہونے کا فیصلہ کر کے اور خود کو خلیل اللہ کے تعمیر کردہ خانہ خدا کے سپرد کرنے کی ادا اقبال کو بہت پسند آئی اور حرم شریف میں قتل کی اس شرمناک واردات کو کوہ غم سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا (۳۷):

ربود آن ترک شیرازی دل تبریز و کابل را　　صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہم سفر پیدا!
اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے　　کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!

عرب کی روح شورائی جمہوریت میں پنہاں ہے، وہ بنیادی طور پر بڑی خوددار اور غیور قوم ہیں، جود و کرم اور سخاوت و فیاضی کے بعد ان میں بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ عزت نفس اور ذاتی شرف و کرامت کو ہر چیز پر مقدم رکھتے ہیں حتی کہ وہ اس باب میں اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتے، اسلام نے نہ صرف یہ کہ ان کے ان اوصاف کا تحفظ کیا بلکہ انہیں مزید اجاگر کر کے انہیں قوت حرکی کے لئے مہمیز بنا دیا، یوں عرب قوم اسلام کے نظریہ تکریم و احترام آدمیت، اخوت و مساوات، شورائی جمہوریت اور آزادئ رائے کی بدولت اپنے اس تاریخی بلکہ تاریخ ساز کردار کے قابل ہو گئی جس کی تاریخ میں نہ کوئی مثال ہے نہ اس کی کوئی نظیر، عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے دوران ہر فرد حکومت میں حصہ دار اور ذمہ دار تھا، جمہوری انداز میں اظہار رائے کو ایک مقدس فریضہ تصور کیاجاتا تھا مگر جونہی عربوں سے ملوکیت نے یہ سب کچھ چھین لیا اس وقت سے آج تک روحِ عرب بے چین ہے۔

چنانچہ عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے بعد صورت حال یکسر بدل گئی آمریت و ملوکیت اور عجمی انداز شہنشاہیت نے روح عرب کو مسل ڈالا اور اسلام کی اعلی و ارفع انسانی اور جمہوری اقدار کو کچل کر رکھدیا۔ اس کے بعد عربوں کا وہ تاریخ ساز کردار بھی قصہ ماضی بن کر رہ گیا جو اسلام اور صرف اسلام کے طفیل ان کا مقدر ٹھیرا تھا، نام کی اموی، عباسی اور فاطمی خلافتوں نے عربوں کی عزت نفس اور جمہوری شورائی روح کو دبا دیا اور روح عرب اس وقت سے آج تک حیراں و سرگرداں ظلمات جبر میں بھٹک رہی ہے!

عثمانی خلفاء یا ترکان عثمانی کا دور بھی امویوں' عباسیوں اور فاطمیوں سے مختلف نہ تھا بلکہ اس پر مزید خرابی یہ پیدا ہوئی کہ عثمانی خلفاء اور ان کے اعلیٰ حکام عربوں کی اپنی قوم سے بھی نہ تھے' ترک عوام الناس سے ہونے والا آمرانہ و ظالمانہ سلوک شاید اس سلوک سے مختلف نہ ہو جو عرب عوام سے روا رکھا گیا تاہم عربوں نے بہت جلد خود کو محروم و محکوم اور ترکوں کو اجنبی اور مستبد آقا بلکہ ایک سامراجی قوم تصور کرنا شروع کر دیا یہیں سے عمل و رد عمل کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ترک قوم پرستی بمقابلہ عرب قوم پرستی کی شکل میں سامنے آیا اور وہ خوفناک تاریخی تصادم شروع ہوا جو عالم اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کر گیا اور زمانہ آج بھی اس کا سدباب کرنے سے عاجز نظر آتا ہے!!(۳۸)

اقبال کو اس تمام حقیقت حال کا نہ صرف یہ کہ پورا پورا علم تھا بلکہ وہ اس المناک صورت حال کے منظر و پس منظر پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اور ان کے اسباب و عواقب سے بھی آگاہ تھے چنانچہ وہ ترک- عرب تعلقات کو اپنی طنزیہ و ظریفانہ شاعری کا موضوع بھی بناتے ہیں اور اس بات پر طنزیہ انداز میں افسوس کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ ترکوں نے نہ صرف یہ کہ عربوں کی فطری خود داری اور عزت نفس کا خیال نہیں رکھا بلکہ وہ ان کی پوشیدہ و کار آمد قدرتی صلاحیتوں سے بھی بے خبر ہی رہے (۳۹):

ناداں تھے اس قدر کہ نہ جانی عرب کی قدر — حاصل ہوا یہی' نہ بچے مار پیٹ سے
مغرب میں ہے جہاز بیاباں شتر کا نام — ترکوں نے کام کچھ نہ لیا اس فلیٹ سے!

اس غفلت و بے قدری کا نتیجہ وہ تصادم ہے جو آج تک جاری ہے' ان کی باہمی منافرت آج تک ختم نہیں ہو سکی' مغرب کے سامراجی عالم اسلام کی ان کمزوریوں سے خوب واقف تھے چنانچہ انہوں نے اس تصادم اور منافرت کو خوب ہوا دی اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عالم اسلام پر ضرب کاری لگانے میں کامیاب رہے۔

عرب- ترک کشمکش کے پس منظر' اسلامی دنیا میں مغربی سامراج کی ریشہ دوانیوں اور اسلامی مشرق وسطیٰ میں انگریز سامراجیوں کی بے رحمانہ تخریب کاریوں کے حوالے سے اقبال کی نظم "دنیائے اسلام" (۴۰) بہت اہم ہے' اس میں خلافت عثمانیہ کے

زوال اور برصغیر کے مسلمانوں کی جمعیت خلافت کی کارگزاری کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں، ترکوں اور عربوں کی آویزش پر اظہار تشویش بھی، حجاز میں برطانوی مداخلت اور بیت اللہ شریف پر سامراجی تسلط کا خطرہ بھی ترک مغرب کشمکش سے مغربی سامراجی فائدہ اٹھا کر اسلامی دنیا کے حصے بخرے کر دیں گے، شریف مکہ انگریز سامراجیوں کا دریوزہ گر بن گیا ہے اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ اسے شہنشاہِ عرب، خلیفۃ المسلمین اور عربوں کا منقذِ اعظم بنانے والے ہیں اقبال کے یہ تمام خدشات اور اندازے درست ثابت ہوئے، وہ فرماتے ہیں (۴۱):

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیاد کلیسا بن گئی خاکِ حجاز
ہو گئی رسوا زمانے میں کلاہ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبور نیاز
لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستان سے پارس
وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز
حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز
ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز!

❀❀❀

مصادر و حواشی

۱- سورت الحجرات آیت ۱۳

۲- الامۃ: مازن المبارک ص ۱۱۵، سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۱۶

۳- کلیات اقبال اردو ص ۶۹۱

۴- فی ظلال القرآن: سید قطب ۲۷/۱۶۵

۵- بلوغ الأرب ۳/۱۱۵، تاریخ العرب قبل الاسلام ۷/۲۱۲

۶- اقتضاء الصراط المستقیم ص ۷۵

۷- فصاحت نبوی ص ۸۸، سیرۃ ابن ہشام ۲/۲۲۵

۸- سورت الاعراف آیت ۱۵۷

۹- فی ظلال القرآن ۶/۱۲۷

۱۰- سورت المائدۃ آیت ۸۲

۱۱- الثورۃ العربیۃ الکبری: احمد بدوی ص ۵۲۸

۱۲- کلیات اقبال اردو ص ۱۶۱

۱۳- ایضاً ص ۱۶۰

۱۴- ایضاً ص ۱۶۲

۱۵- مرثیہ صقلیہ پر ایک نظر ص ۲۵

۱۶- کلیات اقبال اردو ص ۱۴۵-۱۴۶

۱۷- ایضاً

۱۸- ایضاً ص ۱۶۱

۱۹- ایضاً

۲۰- ایضاً ص ۱۷۲

۲۱- کمال اتاترک الرجل الصنم ۱/۱۲۲

۲۲- کلیات اقبال اردو ص ۱۴۵

۲۳- ایضاً ص ۱۵۹

۲۴- ایضاً ص۸۳

۲۵- ایضاً ص۱۵۹

۲۶- ایضاً ص۱۸۲

۲۷- ایضاً ص۳۰۹

۲۸- ایضاً ص۱٦۸

۲۹- ایضاً ص۱٦٦

۳۰- سورت الحجرات آیت ۱۱-۱۳' اقتضاء الصراط المستقیم ص ۷۵

۳۱- کلیات اقبال اردو ص ۲٦۵

۳۲- سیرۃ عمر بن عبدالعزیز : ابن الجوزی ص ۲۷۳

۳۳- الثورۃ العربیۃ الکبری ص ۵۲۹

۳۴- جزیرۃ العرب فی القرن العشرین: حافظ دہبہ ص ۷۲' الامام العادل ۱/۱۵

۳۵- کلیات اقبال اردو ص ۲۵۷

۳٦- ایضاً ص ۲۷۲

۳۷- ایضاً ص ۲٦۸

۳۸- مذاکرات الامیر عبداللہ الحسین ص ۲۳۷

۳۹- کلیات اقبال اردو ص ۲۸٦

۴۰- ایضاً ص ۲٦۴

۴۱- ایضاً

(یہ مقالہ خانہ فرہنگ ایران اور جامعہ پنجاب کے مشترکہ اقبال سیمینار میں پڑھا گیا)۔